

ہیں۔ بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہونا آزادی کا ہی ثمرہ ہے۔ یہ آزادی ہی کا کرشمہ ہے کہ کئی عہدوں پر ایسے لوگ براجمان ہیں کہ اگر متحدہ ہندوستان ہوتا تو شاید یہ لوگ ہیڈ کلرک سے آگے ترقی نہ کر پاتے۔ فوجی جرنیل بھارک بھارک تمناؤں کے ساتھ اس ملک کے لیے تاج بادشاہ ہیں۔ اور اپنی من بھائی حکومتوں کے قیام کیلئے ہی کوٹھان رہتے ہیں۔ بیورو کریٹ اور اعلیٰ افسران کا اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے گھڑ جوڑ اور منتخب حکومتوں کے خلاف سازشیں من پسند مشغلہ ہے۔ سرکاری مراعات من پسند تنخواہیں عالی شان رہائش گاہیں، آزادی کا انمول تحفہ ہیں۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد بے پناہ سہولیات سرکاری زمینوں کی آلات منٹ اور خدمات کے اعتراف میں اعلیٰ اعزازات اور تفریح طبع کیلئے من پسند ملک کی سفارت کاری، آزادی کا انمول تحفہ ہیں۔ یہ وہ اشرافیہ طبقہ ہے جو آزادی کی نعمت سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ اور تمام ثمرات خود سمیٹے اور اپنی جھولی میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اور نسل در نسل سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔ باقی ساری قوم آزادی کے ثمرات سے محروم ہے، انہیں آزادی کے تحفظ اور اس کی اہمیت کا درس دیا جاتا ہے۔ جو دن رات کی محنت شاقہ سے اس ملک کو بنانے، سنوارنے اور اس کی سرحدوں کے تحفظ کیلئے دولت کمار رہی ہے۔ آزادی کا اولین مقصد تو یہ تھا کہ ایک ایسی ریاست کا قیام عمل میں آتا جو حقیقی معنوں میں اسلامی اور فلاحی ہوتی۔ جہاں کا ہر باشندہ اور رہائشی اس ملک کے وسائل سے مستفید ہوتا۔ اس کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوتیں اس کی لیاقت کے مطابق اس کو مقام و مرتبہ ملتا۔ وطن عزیز کی تعمیر و ترقی میں اس کے کردار کو تسلیم کیا جاتا۔ وہ ایک معزز شہری کا درجہ پاتا اس کے مال جان، عزت و آبرو، کے تحفظ کیلئے ریاستی وسائل بروئے کار لائے جاتے۔ اسے یہ احساس ہوتا کہ اس کی عزت و آبرو اور جان و مال بھی اتنا ہی محترم ہے جتنا یہاں بے اشرافیہ کا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آزادی کی روشنی ان بد نصیب لوگوں تک بھی پہنچتی جو تقسیم سے قبل بھی جائیدادوں و ذریعوں کے غلام تھے۔ آج بھی ان کی نسل غلام ہے۔ آزادی کا سورج ان لوگوں کے آگے نہیں طلوع ہوتا۔ جو مدتوں سے اس لئے جاہل اور گنوار ہیں کہ تعلیم پر ان کا حق تسلیم نہیں کیا جاتا۔ آزادی کا چرچ ان کے ہاں جلتا جو اس امید پر سب کچھ لٹا کے پاکستان آئے تھے۔ کہ ان کی آرزوئیں اور تمناؤں پوری ہوں گی۔ اس بات کا اہتمام تو روز اول سے اہل اقتدار کرتے تھے کہ آزادی کے ثمرات کو نچلے طبقوں تک بھی پہنچایا جاتا۔ اور ان کی محرومیاں ختم ہوتیں۔ مگر بد قسمتی سے ایسا نہ ہو سکتا اور چند مخصوص طبقوں نے آزادی کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اس کا رس چوسنے لگے باقی پوری قوم غلامانہ دور کے نظام کے تحت زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ قیام پاکستان سے لیکر اب تک حکومت سازی کا گھور دکھ ہمارے سامنے ہے۔ سیاستدان برسر اقتدار آتے ہیں تو لوٹ مار کا بازار گرم ہوتا ہے۔ عسکری قیادت نجات دہندہ بن کر آتی ہے تو سالوں اقتدار پر قبضہ ہمنائے رکھتی ہے۔ آزادی کی جس طرح ہمارے منٹ پلید ہوئی ہے شاید یہ کوئی اور ملک ان تجربات سے دوچار ہوا ہو۔ مگر پھر بھی ہم جشن آزادی پر چراغاں کرتے ہیں، جشن میں شامل ہوتے ہیں اور تجدید عہد کرتے ہیں۔ لیکن ہر سال کی طرح بد عہدی بھی کرتے ہیں۔ ہم ارباب اقتدار سے یہ گزارش کریں گے کہ آزادی کے فوائد و ثمرات سے خود ہی بہرہ مند نہ ہوں بلکہ اس کے ثمرات سے پوری قوم کو فائدہ پہنچان۔

ضروری اعلان: پرچہ پریس میں تھا کہ 22 جولائی بروز منگل صبح 5 بجے سابق شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ پیر محمد یعقوب قریشی صاحب وفات پا گئے۔ (واللہ وذلنا اللہ رحمہو) ان کی نماز جنازہ قبل از ظہر جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب نے پڑھائی۔ تفصیلات آئندہ شمارہ میں ان شاء اللہ۔ (ادارہ)

نجات دلانے آئے ہیں عجیب منطق ہے۔ کہ اگر یہی کام فلسطین میں حماس افغانستان میں طالبان اور کشمیر میں مجاہدین کریں تو مجرم۔ اور اگر خود لاؤ لشکر کے ساتھ کسی ملک کی آزادی کو پامال کریں تو اس کیلئے اخلاقی و قانونی جواز تلاش کئے جاتے ہیں۔

ہم یہاں ان کے حمایتی ممالک کے سربراہان سے بھی عرض کریں کہ آخر انہوں نے کس وجوہات کی بناء پر امریکی جارحیت کو درست تسلیم کرتے ہوئے حمایت کی تھی اب جبکہ حقائق واضح ہو رہے ہیں انہیں بھی اپنے کئے پر شرمندگی کا اظہار کرنا چاہئے جنہوں نے بغیر تحقیق امریکی ہاں میں ہاں ملائی اور اپنا وزن امریکی پلڑے میں ڈالا۔ ہر ملک کی اپنی ذمہ داریاں ہیں آخر ان کی کارکردگی کیا ہے؟ اب مزید ایسی حماقتوں سے بچنا چاہئے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لینا چاہئے حال میں عراق میں فوج کو بھیجنا دلدل میں پھنسانے کی کوئی بھیجے کی بات کر رہے ہیں ان حالات میں عراق میں فوج کو بھیجنا دلدل میں پھنسانے کی بات ہے۔ جموں اور دھوکے باز قبضہ گروپ کی کارروائی کو اخلاقی جواز فراہم کیاں کی عقل مندی ہے؟ یہ کہ ملک اب امریکی صدر اور اس کی فوج کے چہرے پر ہمیشہ کیلئے لگ چکی ہے۔ جس کو کوئی صاف نہیں کر سکتا۔ عراقی عوام اب امریکیوں سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ روزانہ تین چار امریکی عساکر کی نفرت کا شکار ہو رہے ہیں۔ اور اس کارروائی میں تیزی آ رہی ہے۔ ایسی صورت میں آئیل مجھے مار کے مصداق نہیں بننا چاہئے۔

امریکی صدر اپنے جھوٹ اور کروفریب کے جال میں پھنس چکے ہیں اور بہت جلد اپنے انجام سے دوچار ہونگے۔ ابھی بہت سے لوگ ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہونگے اور سنی خیز انکشافات کریں گے، تاریخ ایسے کرداروں کو کبھی معاف نہیں کرتی۔

آزادی کے ثمرات

ایک طویل جدوجہد کے بعد 14 اگست 1947 کو مسلمانان ہند ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام میں کامیاب ہوئے۔ دو سو سالہ غلامانہ زندگی بسر کرنے کے بعد آزادی کی نعمت سے سرفراز ہونے والی یہ قوم آج بھی اپنی گردن غلامی کے طوق سے نہ چھڑا سکی۔ بظاہر ایک آزاد مملکت میں سکونت پذیر ہیں۔ اور آزاد فضا میں سانس لیتے ہیں لیکن ان کی بود و باش نظام تعلیم و تربیت، نظام مالیات، ان کی معیشت، نظام عدل و انصاف، داخلہ و خارجہ پالیسیاں، غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اور پوری قوم آزادی کے ثمرات سے محروم ہے۔ مجبور و لاچار ایسے لوگوں کی دست نگر میں ہیں جو اپنے آقاؤں کی آشیر باد حاصل کرنے کیلئے اس قوم کو مزید غلامی کے اندھیروں میں دھکیلنے کیلئے سرگرداں ہیں۔ چھپن سال بیت چکے ہر سال آزادی پورے سرکاری اور نیم سرکاری اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، چراغاں ہوتا ہے، آزادی پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ سمیٹاؤں اور کانفرنسیں منعقد ہوتے ہیں۔ جوں نکالے جاتے ہیں۔ اور قوم کو صرف یہ یاد کرایا جاتا ہے کہ ہم آزاد ہیں۔ مگر کیا آزادی کے حقیقی فوائد سے یہ قوم سرفراز ہوئی؟ کیا آزادی اسی کا نام ہے کہ ہم نے ہندوستان سے علیحدگی اختیار کر لی تو ہم آزاد ہو گئے۔ مسلمان صدر، وزیر اعظم اور چیف آف آرمی سٹاف مل گئے تو آزادی مل گئی۔ انگریزی نظام تعلیم کا تسلسل جاری رکھنے کے باوجود ہم آزاد ہیں۔ عدالتی نظام میں برٹش لاء کے مطابق فیصلے ہونگے تو ہم آزاد ہیں۔ پولیس کا خالمانہ رویہ اور اس کے ذریعے ریاست گردی جاری ہے لیکن ہم آزاد ہیں۔ فرقہ واریت اور مذہبی انتہا پسندی اور قتل و غارت کا بازار گرم لیکن ہم آزاد ہیں۔ جمہوریت کی جگہ آمرانہ عسکری حکومت کا قیام لیکن ہم آزاد ہیں۔ امر واقعہ ہے کہ ان چھپن سال میں آزادی کے ثمرات اور فوائد اگر کسی نے سمیٹے ہیں تو وہ جاگیردار، سیاستدان، وڈیرے، بیوروکریٹ اور فوجی جرنیل